بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ

قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- نصیحت آموز حکایات
- اخلاقیات
- بچوں اور خواتین کا کالم
- رفتارِ کار
- دینی مسائل

ادار یہ

پاکستان میں اصلاحی جماعتیں؛ ایک جائزہ

●

الوداع 2014ء! کیا کھویا کیا پایا

●

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا ایک مبارک سفر

●

ملفوظات حضرت رائے پوری رابعؒ

دسمبر 2014ء / صفر المظفر 1436ھ - جلد نمبر 6، شمارہ نمبر 12 - قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے - سالانہ ممبر شپ: مبلغ 200 روپے - تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 500 روپے

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ''ہماری جماعت کے بزرگوں میں اَخلاق تھے۔ حضرت (عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے عالی اَخلاق تھے، جن کو تم (حاضرین مجلس) میں سے بھی کئی (حضرات) نے دیکھا ہوگا۔ حضرت شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) کا میں زمانۂ طالبِ علمی سے معتقد ہوں اور اپنے حضرت (شاہ عبدالرحیم رائے پوری) رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان کا معتقد پایا تو اپنا اعتقاد اَور بھی حضرت شیخ الہندؒ پر بڑھ گیا۔

حضرت (مولانا اشرف علی) تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی میں معتقد ہوں اور حضرت مولانا (محمد) الیاس (دہلوی) رحمۃ اللہ علیہ کو بھی میں نے سراپا اخلاص پایا۔ یہ سب حضرات اب نہیں رہے۔ میں اب اپنی جماعت میں حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنی مدظلہٗ العالی کا بہت معتقد ہوں اور ان کو سراپا اِخلاص اور حق پر سمجھتا ہوں۔''

(مجلس 5 رمضان المبارک 1365ھ/ 3 اگست 1946ء، رائپور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 120۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ
نزد ائیر پورٹ، شاہراہِ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 1st, 111 فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

تزکیۂ نفس اور تصوف

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ (2:62)

(وہی ہے جس نے اٹھایا اَن پڑھوں میں ایک رسولؐ انھی میں کا۔ پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں، اور ان کو سنوارتا ہے، اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب، اور عقل مندی۔ اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں۔)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چار کام سپرد کیے گئے، جن کا تذکرہ مذکورہ بالا آیت میں ہے: 1۔ آپ ﷺ قرآن حکیم کی آیتیں سناتے تھے۔ 2۔ انسانوں کے دلوں کی میل کچیل دور کرتے تھے۔ اور ان کو پاک وصاف کرتے تھے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی طاقت سے اہل ایمان کے دلوں کے میل کچیل دور ہو جاتے تھے۔ غیر اللہ کی محبت اور ہر قسم کی برائی دور ہو جاتی تھی۔ 3۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتے تھے۔ 4۔ اور حکمت کی باتیں سکھلاتے تھے۔

آں حضرتؐ روحانیت کے آفتاب تھے۔ صحابہ کرامؓ نے ان سے روشنی حاصل کی۔ اسی بنا پر اہل سنت والجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص اسلام کے ساتھ چند منٹ بھی رسول اللہؐ کی بارگاہ میں رہا ہو، وہ بعد کے آنے والے بڑے سے بڑے متقی اور ولی سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ رسول اللہؐ کی روحانی طاقت بجلی سے بھی زیادہ طاقت ور تھی۔ دل و دماغ روشن کرنے والی تھی۔ اس لیے صحابہؓ کو بہت زیادہ ریاضت کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ اخلاص کے ساتھ حاضری آپؐ کی مجلس میں بہت بڑے نتائج پیدا کر دیتی تھی۔ احسان کوئی نئی چیز نہیں، دل ہی کی صفائی حاصل کرنے کا نام احسان ہے اور یہی تصوف کا مقصد ہے۔

لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جو اصول' تصوف میں ذکر کیے گئے ہیں، یعنی بارہ تسبیحیں ذکرِ جہری، پاس انفاس، مراقبہ وغیرہ، اس کا بھی کسی حدیث میں ذکر نہیں ہے۔ رسول اللہؐ کے زمانے میں جہاد کے لیے تلوار، تیر اور کمان وغیرہ وغیرہ کا تذکرہ آتا ہے۔ اور بندوق، مشین گن، گولہ بارود اور ہوائی جہاز کا کوئی تذکرہ نہیں آتا ہے۔ آج اگر مسلمانوں کو شرعی جہاد کی ضرورت پڑے تو آپ یہ کہیں گے کہ جنگ تلوار سے کرنی چاہیے۔ کیوں کہ آں حضورؐ جنگ فقط تلوار، نیزہ اور تیر کمان سے کرتے تھے۔ ہرگز آپ ایسا نہیں کر سکتے۔

مقصودِ جہاد سے اعلائے کلمۃ اللہ (اللہ کے دین کی سربلندی) ہے، جس چیز سے بھی ہو۔ اسی طرح جس زمانے میں آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہؐ حیات تھے تو اس زمانے میں تھوڑی ریاضت کی ضرورت پڑتی تھی اور اسی وجہ سے جلد کام ہو جاتا تھا اور جتنے دن زیادہ گزرتے گئے، ریاضتوں کی ضرورت زیادہ ہوتی گئی۔ اسی وجہ سے چلہ، بارہ تسبیح ذکرِ جہری اور پاس انفاس وغیرہ قلب کی صفائی کے لیے متعین کیے گئے۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ''احسان'' حاصل کرنے کے لیے ریاضت کی ضرورت نہ تھی، مگر آج ہمارے مرشدوں نے بتلایا کہ اس طرح سے ذکر کرو۔ اگر کوئی کہے یہ بدعت ہے تو سراسر غلطی ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

اعتدال، متانت اور وقار کے ساتھ کام

عَن سَهْلِ ابنِ سعْدِ السَّاعِدِیّ' انّ النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم قَالَ: "اَلاَنَاةُ مِنَ اللّٰهِ وَ العُجْلَةُ مِنَ الشَّیْطَانِ." (رواه الترمذی)

(حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''کاموں کو متانت اور اطمینان سے انجام دینا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔'')

نیز ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اچھی سیرت اور اطمینان و وقار سے اپنے کام انجام دینے کی عادت اور میانہ روی' نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔'' (رواہ الترمذی)

یعنی ہر ذمہ داری کو اطمینان سے انجام دینے کی عادت ایک محمود عادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور اس کے برعکس جلد بازی ایک بُری عادت ہے اور اس میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔

حدیث کا اصل مقصد ان تینوں چیزوں کی اہمیت بیان کرنا اور ان کی ترغیب دینا ہے۔ اور نبوت کے حصوں میں سے ہونے کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ پیغمبر کی زندگی جن محاسن اور کمالات سے مکمل اور مزین ہوتی ہے، یہ تینوں اوصاف ان کا چوبیس واں حصہ ہیں۔ یا یہ کہ انسانی سیرت کی تعمیر کے سلسلے میں انبیا علیہم السلام جن خصائل کی تعلیم دیتے اور تلقین فرماتے ہیں، ان کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ یہ تین چیزیں ہیں۔ یعنی اچھی سیرت اور اطمینان و وقار سے اپنے کام انجام دینے کی عادت اور میانہ روی۔

''میانہ روی'' ہم نے حدیث کے لفظِ اقتصاد کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر حال میں افراط اور تفریط سے بچا جائے اور اعتدال کی روش اختیار کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں اس چیز پر خاص طور سے زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ عبادت جیسے بہترین انسانی عمل میں بھی آپ نے اعتدال و میانہ روی کی تاکید فرمائی ہے۔ بعض صحابہؓ نے بہت زیادہ عبادت گزاری کا ارادہ کیا، یعنی دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے اور پوری رات جاگ کر نمازیں پڑھنے کا منصوبہ بنایا تو آپؐ نے ان کو سخت تنبیہ فرمائی اور اس سے منع فرما دیا۔ اسی طرح بعض صحابہؓ نے جب اپنا پورا مال' راہِ خدا میں صَرف کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپؐ نے ان کو اس سے روک دیا اور صِرف ایک تہائی کی اجازت دی۔ بہرحال اقتصاد کا مطلب یہی اعتدال کی چال ہے۔

''کتاب الرقاق'' کی متعدد حدیثوں میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ''الإقتصاد فی الفقر و الغنی'' کی ترغیب اور تاکید آپ کو پڑھنے کو ملے گی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ تنگ دستی اور فراخ دستی دونوں حالتوں میں آدمی اعتدال کی درمیانی چال چلے۔ اسی کو اس حدیثِ مبارک میں نبوت کا ایک جز فرمایا گیا ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

پاکستان میں اصلاحی جماعتیں؛ ایک جائزہ

پاکستان میں سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے علاوہ ایک قسم اصلاحی جماعتوں کی بھی ہے۔ ان جماعتوں کی بنیاد سیاسی عمل سے نفرت اور سماجیات کی نفی پر ہے۔ ان جماعتوں کا زور انسانوں کی انفرادی اصلاح کی سوچ پر ہے۔ ان کے خیال میں بس لوگوں کو چند پند و نصائح کیے جائیں، جس کے نتیجے میں ہر شخص اپنے آپ کو ٹھیک کرلے تو سب کچھ خود بہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ ایک غیر فطری اور غیر منطقی سوچ ہے۔ کیوں کہ قوموں کی تعمیر و تشکیل میں ہمیشہ ایک منظم نظام نے کردار ادا کیا ہے۔ جب ملک میں نظام خراب ہو محض اصلاح سے کوئی چیز ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ معاشرے میں موجود خرابیاں کسی نہ کسی طبقے کے کردار اور مفادات سے جُڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسے معاشرے میں موجود غلط نظام اُس طبقے کے مفادات کا تحفظ اور اُن کی سرپرستی کرتا ہے۔ منظم بُرائیوں اور اجتماعی جرائم کو ایک اجتماعی نظامِ عدل کے ذریعے سے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔

یہ جماعتیں دین کے حقیقی تصور کی بجائے قنوطی مذہب کی ترویج کا باعث بنتی ہیں، جس میں لوگوں کا معاشرتی سرگرمیوں کے بارے میں رویہ قنوطیت اور مایوسی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ معاشرے میں معیشت و سیاست اور نظم و نسق کی مخلصانہ کوشش کو نہ صرف اپنے عمل سے کہیں فروتر سمجھتے ہیں، بلکہ اس کو ''دنیاداری'' قرار دے کر مذہب ہی سے خارج گردانتے ہیں۔ یہ جماعتیں سیاسی عمل سے نفرت کے باعث ملک میں موجود غلط سیاسی و معاشی نظام کے بارے میں کسی بھی قسم کی رائے سے تہی دست ہوتی ہیں۔ ان کے ہاں لوگوں کے معاشی حالات محض قسمت و مقدر کا کھیل ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی اور بہتری کو نہ صرف یہ غیر ضروری سمجھتے ہیں؛ بلکہ مشیتِ الٰہی میں دخل اندازی تصور کر کے اُس سے الگ تھلگ رہنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔

یہ جماعتیں ایک طرف تو غیر سیاسی کہلانے کے باعث کسی بھی قسم کے سیاسی عمل کا حصہ بننے سے اجتناب کرتی ہیں، لیکن الیکشن اور انتخابات میں کسی اُمیدوار کے حق میں ان کے نام سے ایسے اشتہارات اور تائید نامے بھی چھاپے جاتے ہیں؛ جس میں اپنے متعلقین اور عقیدت مندوں کو کسی خاص شخصیت کو ووٹ دینے اور اپنے علاقے میں اُس کی حمایت کرنے کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح یہ جماعتیں غیر شعوری طور پر نظامِ ظلم کی آلۂ کار بن جاتی ہیں۔ انفرادی اصلاح کے نقطۂ نظر کی حامی ہونے کے باعث ان کے ہاں سماج اور معاشرہ کسی اجتماعی نظام کی بجائے محض افراد کے انفرادی اعمال و کردار سے مرتب ہوتا ہے۔ جس کے باعث سوسائٹی پر اچھے اور بُرے نظام کے اثرات سے یہ ناواقف ٹھہرتی ہیں۔ اس لیے اپنی کوششوں کو ملکی نظام کے اثرات سے ناواقفیت کے باعث رائیگاں ہوتے ہوئے دیکھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہوتی ہیں۔ کیوں کہ ایک طرف ملکی نظام اپنے اثرات و نتائج سے لاکھوں زندگیوں کو متاثر کرتا ہے اور یہ اپنے انفرادی اصلاحی عمل سے چند لوگوں کی جزوی اصلاح کو کافی سمجھ کر اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کے نتائج سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ برائیوں کے منظم نظام اور میکنزم کے خلاف منظم اجتماعی جدوجہد انقلابی نظریے پر کی جائے۔ تا کہ غلط نظام کے مقابلے میں دینِ اسلام کے غلبے کے حوالے سے منظم جدوجہد بارآور ہوسکے۔ (مدیر)

الوداع 2014ء! کیا کھویا کیا پایا

محمد عباس شاؔد

قیامِ پاکستان کے بعد ہر گزرتے سال کے اختتام پر عوام کی توقعات اور خواہشات پر اوس پڑ جاتی ہے اور اُن پر گزشتہ سڑسٹھ سالوں کے جمع شدہ مایوسیوں کے بوجھ کے ساتھ ایک نئے سال کے بوجھل پتھر کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ 2014ء بھی اپنی اچھی، بُری، تلخ اور شیریں یادوں کے ساتھ بیتنے کو ہے۔ پاکستان کے تباہ حال عوام اس سال بھی اپنے دکھوں کا کوئی مداوا نہ کرسکے اور یہ سال بھی ان کے لیے کوئی نیک شگون نہ لاسکا۔ اس سال بھی نام نہاد جمہوریت کے دعوؤں کے ساتھ اقتدار میں آنے والی جماعتیں عوام کو ان کے قیمتی ووٹ کے عوض کچھ نہ دے سکیں۔

اس سال کو معیشت، روزگار اور امن و امان کے حوالے سے بدترین سال قرار دیا جاسکتا ہے۔ معیشت کے میدان میں اس سال بھی غیر ملکی قرضوں میں بے تحاشا اضافہ، ضروریاتِ زندگی انتہائی مہنگی، درمیانے درجے کے کاروبار اور صنعتیں تباہی کے دھانے پر پہنچ گئیں۔ سیاست کے میدان میں غیر یقینی صورتِ حال چھائی رہی۔ دھرنوں کے باوجود کوئی اہم سیاسی تبدیلی رُونما نہ ہوسکی، جو پاکستان کی سیاسی تاریخ میں کوئی اُمید کی شمع جلاتی۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی پر گزشتہ ساٹھ سالوں سے چھائے اندھیرے بھی دور نہیں ہوسکے۔ ہم اپنے ہمسایہ اور پڑوسی ممالک کے ساتھ اعتماد کی کوئی فضا پیدا کرنے میں ناکام رہے۔ ہندوستان، افغانستان اور ایران کے ساتھ فوجی اور عسکری روابط میں بہتری کی بجائے جمود اور سرد مہری نے ڈیرے ڈالے رکھے۔ کوئٹہ اور کراچی سمیت ملک کے کئی شہروں میں خون ریزی کا بہتا ہوا سیلاب امن کی حدوں کو پامال کرتا رہا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حکومت اور سیاسی جماعتیں تذبذب کا شکار رہیں اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے کوئی پائیدار پالیسی نہ بن سکی، جس کے نتیجے میں دہشت گردی کی جڑوں کو معاشرے سے کاٹ پھینکنے میں قومی عسکری ادارے کامیاب ہوسکتے۔

حسبِ سابق اس سال بھی طبقاتی سیاسی نظام کی چھتری تلے آمریت کی پروردہ سیاسی جماعتوں کے غول نے انتظامی اور عوامی خدمت کے اداروں میں نااہل تقرریوں، ساز باز اور بلاجواز تبدیلیوں کے باعث سماج میں عوامی بے چینی اور اضطراب کی شدید لہر پیدا کردی ہے، جس نے پوری سوسائٹی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور حکمران ہمیشہ کی طرح ''سب اچھا'' کا راگ الاپتے رہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ آنے والے نئے سال میں نظامِ ظلم، فرسودہ سیاسی ڈھانچے، استحصالی معاشی طبقات کے خلاف نئے عزم و حوصلے سے آغاز کیا جائے۔ پاکستان میں ولی اللّٰہی طرزِ فکر کے تحت نوجوانوں کی شعوری اور نظریاتی تعلیم و تربیت کے نظام کو مؤثر بنیادوں پر نتیجہ خیز حکمتِ عملی سے آراستہ کیا جائے۔ نیز معاشرے میں روایتی مذہبی و سیاسی جماعتوں کے طرزِ عمل کے باعث پیدا ہونے والے جمود اور مایوسی کو ختم کیا جائے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوریؒ رابع و مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

نصیحت و عبرت کا معنی و مفہوم

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 28/ مارچ 2014ء کو جامع مسجد عثمانیہ ریل بازار جھنگ صدر میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب میں نصیحت و عبرت کا معنی و مفہوم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''نصیحت کا لفظی معنی یہ ہے کہ اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں کو سمجھنا، اور انھیں دور کرنے کی حکمت عملی اپنانا۔ عربی میں نصیحت کا معنی اپنے پھٹے ہوئے کپڑے کو سینا ہے۔ نصیحت کے حصول کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں کے باعث اپنے وجود کے لباس کے پارہ پارہ ہونے، بوسیدہ ہونے، پھٹ جانے کا جائزہ لے کہ یہ کیسے اور کیوں پھٹا، اور پھر اس کو رفو کرنے یا نیا لباس تیار کرنے کے لیے کیا اقدامات کرنے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شاید ہمارے جسموں پر موجود لباس تو قائم ہے لیکن ہماری اجتماعیت کا لباس پھٹ چکا ہے۔ ہماری قومی شناخت تباہ ہو چکی ہے۔ ہمارا قومی وجود خطرے میں ہے۔ مسلمانوں کا کوئی اجتماعی نظام موجود نہیں۔ دو، اڑھائی سو سال سے ہم زوال کا شکار ہیں، بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں، قرآن نے ایسی قوموں کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہا ہے کہ ان کو ''لباس الجوع و الخوف'' (النحل) یعنی خوف اور بھوک کا لباس پہنا دیا گیا ہے۔ حال آں کہ لباس کا کام ہے کہ ہمیں دشمن سے تحفظ فراہم کرے۔ گرمی، سردی سے بچاؤ کے لیے ہم لباس خریدتے ہیں، قدیم زمانے میں لباس زرہ کے طور پر پہنا جاتا تھا۔ وہ ایسا لباس ہوتا تھا جو دشمن کے وار کو کُند کر دیتا تھا۔ لباس کا مقصد تو اپنے قومی وجود کا تحفظ، امن کا حصول، معاشی خوش حالی اور عزت و افتخار ہوتا ہے۔ لباس سے ہی کسی انسان کے سماجی مقام و مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ عمدہ قسم کا لباس ہو تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ خوش حال ہے۔ پھٹا پرانا، بوسیدہ لباس ہو تو عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اس کی معاشی حالت اچھی نہیں۔ کسی قوم کا اجتماعی لباس بھی اسی طریقے سے تباہ و برباد اور بوسیدہ ہو۔ غلامی، مغلوبیت، ذلت، بدامنی، خوف اور دہشت گردی کا لباس ہو۔ ایسے لباس کے بارے میں غور و فکر کرنا اور لباس کو بدلنے، اس کو رفو کرنے، اس کو نئی جہت دینے کے لیے کوشش کرنا ''نصیحت'' کہلاتا ہے۔

ہمارے ہاں نصیحت کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ مولوی صاحب، مفتی صاحب نے تقریر کی اور بڑا مزا آیا، بڑا وجد پیدا ہوا، واہ کیا کہنے مولوی صاحب کے۔ بڑی تقریر ہوئی۔ محض وجد پیدا ہو جانا ہی ''نصیحت'' نہیں ہے۔ صرف مدح و ثنا کے ڈونگرے برسانا، وجد میں آ جانا، حال پیدا ہو جانا، کپڑے پھاڑ لینا، یہ نصیحت نہیں ہے۔ نصیحت کا تعلق عقل و شعور اور فہم و بصیرت سے ہے۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

جمعہ کے اجتماعات خود احتسابی کی ہفت روزہ نشستیں ہیں

حضرت اقدس مدظلہٗ نے مزید فرمایا: ''معزز دوستو! جمعۃ المبارک کے اجتماعات کا مقصد دینی حوالے سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔ ہر ہفتے ساتویں دن تمام مسلمان اپنی ایک اجتماعیت قائم کریں۔ وہاں نماز باجماعت کے ساتھ ساتھ لوگوں کو نصیحت اور ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا جمعہ کے اس دن کو ہم اس طرح کی کسی نصیحت کے لیے اپنے پیشِ نظر رکھتے ہیں، یا روایتی انداز میں جیسے ہفتے کے چھ دن گزار دیتے ہیں ویسے ہی جمعہ کا یہ اجتماع بھی روایتی ہوتا ہے۔

جمعہ کے یہ اجتماعات کسی رسمی قصے کہانی کے لیے نہیں ہوتے، بلکہ اپنا احتساب کرنے کے لیے ہوتے ہیں کہ ہم اپنی خرابیوں اور کوتاہیوں کا ادراک کریں۔ وہی قومیں کامیاب ہوتی ہیں جو حقیقی بنیادوں پر اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کو تسلیم کریں۔ انھیں مان کر اُن کی اصلاح کی فکر کریں۔ غلطیاں نہ مانی جائیں، کمزوری کی حقیقت تسلیم نہ کی جائے تو اصلاح کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہماری حالت غلامی کی ہو اور ہم آزادی کے نعرے لگائیں!؟ حالت بدامنی کی ہو، ہم امن کے گیت گائیں!؟ حالت بھوک و افلاس کی ہو اور ہم معاشی خوش حالی کی بات کریں!؟ یہ اپنے آپ کو اور قوم کو دھوکا دینا ہے۔

نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ: سب سے بدتر بات یہ ہے کہ انسان ''لباس الزور'' (جھوٹ کا لباس) پہنے ہوئے ہو۔ ''جھوٹ کا لباس''، بڑا جامع جملہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی حقیقت کا انکار کر دے۔ یہی جھوٹ ہے۔ یہی ظلم ہے۔ لباس پھٹا پُرانا ہے۔ سینکڑوں پیوند ہیں۔ بدامنی کی بُری حالت ہے، لیکن انسان سمجھے کہ نہیں میں تو بادشاہ اور حکمران ہوں۔ یہ دماغی خلل کی علامت ہے۔ یہی ''لباس الزور'' ہے۔

آج ہمارا اجتماعی رویہ یہ ہے کہ اپنی کمزوریوں، کوتاہیوں اور غلطیوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تو اصلاح اور درستگی کیسے ممکن ہے۔ ایک کاشت کار اپنی کاشت کے بارے میں غور و فکر کر کے اس کے کمزور پہلوؤں کی نشان دہی کرے اور انھیں درست کرنے کی کوشش کرے تو آئندہ فصل اچھی ہوگی۔ ورنہ تو وہ بُرے طریقے سے کاشت کرتے ہوئے زمین سے پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ایسے ہی ایک ملک اور قوم اور اس کی اجتماعی شناخت، اس کی سماجی، سیاسی معاشی زندگی ہے کہ اگر ہم اپنے سیاسی فیصلوں، معاشی اقدامات اور سماجی تشکیل کے امور پر غور و فکر نہیں کرتے تو درست نتیجہ کیسے نکلے گا؟

اسی لیے اس برعظیم پاک و ہند میں انگریزوں کے تسلط کے زمانے میں جمعہ کا حکومتی نظام ختم ہوا، تو جمعہ کی اس اجتماعیت کو علمائے ربانیین نے برقرار رکھا۔ تاکہ ان اجتماعات کے ذریعے سے اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا جائزہ لے کر حکمت کے اصول پر درست کرنے کی فکر کریں۔ اگر ہم اس حوالے سے اپنا جائزہ لیں تو پہلے ہمیں یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ آج ہمارے دین کا نظام نہیں ہے۔ اسلام کا سسٹم نہیں ہے۔ جھوٹے دعوے کر کے زیادہ دیر تک ہم خیالی گھوڑے نہیں دوڑا سکتے۔ پاکستان نہ اسلامی ہے نہ جمہوریہ۔ یہاں کی عدالت، سیاست، معیشت، تہذیب، تجارت، زراعت، صنعت اور یہاں کا سسٹم دینِ اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر آگے بڑھنا' اپنے آپ کو دھوکا دینا اور دھوکا کھانا ہے۔''

www.rahimia.org

ہماری حالتِ زار اور جھوٹا احساسِ تفاخر

حضرتِ اقدس مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا:

’’حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: آج کے مسلمان کا سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ وہ غلطیاں اور کوتاہیاں کرتا ہے اور پھر اپنی غلطیوں کو درست ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولتا ہے۔ غلطیوں کو غلطی تسلیم نہیں کرتا۔ انھیں درست بتانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے۔ جب غلطی کو غلطی نہیں مانتے تو درستگی کیسے ہوگی؟ غلطیوں کو تسلیم کرنے سے ہی درستگی کا عمل ہوتا ہے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ:

’’یہ سب سے بڑا خطرناک مرض ہے، جو آج مسلمانوں کے اندر پیدا ہو گیا ہے۔‘‘

اڑھائی سو سال سے مسلمانوں کی حکومت دنیا میں نہیں رہی، لیکن ان کا دماغ آج بھی حکم چلانے کا ہے۔ فتویٰ دینے سے کم پر بات ہی نہیں کرتے۔ آرڈر چلاتے ہیں۔ جب کہ ہمارے حکم چلانے کا منصب کب کا ختم ہو چکا۔ ایک سیاسی لیڈر آرڈر جاری کرتا ہے۔ ایک مدرسہ کا مہتمم، ایک پرنسپل یا کسی ادارے کا سربراہ آرڈر پاس کرتا ہے، حکم دیتا ہے۔ اس حکم اور آرڈر کے پیچھے جو سیاسی طاقت، اقتصادی قوت اور سماجی اجتماعیت موجود ہونی چاہیے‘ اسے قائم کرنے کے لیے نہ کوئی محنت ہے اور نہ سیاسی شعور ہے۔

ہم کہتے ہیں فلاں فرقہ کافر ہے، کفر کا حکم لگاتے ہیں۔ فلاں فرقہ بدعتی ہے، بدعتی کا حکم لگاتے ہیں۔ فلاں فرقہ غیر مسلم ہے‘ حکم لگاتے ہیں۔ اگر ہمارا اپنا حکومتی نظام موجود نہیں تو یہ حکم ضرور سامراجی ہے۔ جو حکم چلانے والی طاقت ہے‘ یہ دراصل اس کا حکم ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ دور حکمت کا ہے۔ امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اسی کی تشریح کی ہے کہ یہ دور حکم چلانے کا نہیں ہے، بلکہ حکم کا سسٹم بنانے سے پہلے حکمتِ عملی کا دور ہے۔ یعنی حکم چلانے والی طاقت پیدا کرنے کے لیے جس حکمت، عقل و شعور اور فہم و بصیرت کی ضرورت ہے، پہلے اُسے پیدا کیا جائے۔ جب قوموں کا آرڈر چلانے کا سسٹم ختم ہو جائے تو انھیں حکمت کے اصول پر سوسائٹی میں اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔ آج کی مسلم لیڈرشپ کی سب سے بڑی کوتاہی یہ ہے کہ وہ خلافتِ الٰہیہ کے نعرے لگاتی اور اسلامی حکومت کی آرزو کرتی ہے، لیکن اس سسٹم تک پہنچنے کی حکمتِ عملی نہیں بناتی۔ اس لیے ان کے نعرے، بیان کردہ حکم، جاری کردہ آرڈر اُن طاقتوں اور قوتوں کا ہوگا جن کا اس سوسائٹی میں سکہ رائج الوقت چل رہا ہے۔ ہمارے سسٹم کا لباس ٹوٹ چکا ہے۔ ہماری اجتماعیت کا ڈھانچہ بکھر چکا ہے۔ اس اجتماعیت کے ڈھانچے کی تشکیل کے لیے جس حکمتِ عملی کی ضرورت ہے‘ اسے اپنایا جانا ضروری ہے۔ صوفیائے کرام، اولیاء اللہ، علمائے ربانیین وہ عظیم الشان شخصیتیں ہیں کہ جب سسٹم ٹوٹ جاتا ہے تو سسٹم قائم کرنے کی حکمتِ عملی کو بروئے کار لاتے ہیں۔ وہ فتویٰ کی زبان استعمال نہیں کرتے۔ وہ احکامات اور آرڈر جاری نہیں کرتے۔ وہ تخیلات کے گھوڑے پر سوار نہیں ہوتے، بلکہ حقائق کی بنیاد پر معروضیت کو سامنے رکھ کر سسٹم بنانے کی اہلیت و صلاحیت والی جماعت تیار کرتے ہیں۔‘‘

نصیحت کے چند فکر انگیز پہلو

حضرتِ اقدس مدظلہٗ نے خطاب کرتے ہوئے مزید فرمایا: ’’سب سے پہلے ہمیں اس تلخ حقیقت کو ماننا پڑے گا کہ ہمارے معاشرے میں اسلام بطورِ سسٹم نافذ العمل نہیں ہے۔ آج ہمارے گرد و پیش میں موجود اکثر ایسے ادارے ہیں، خواہ وہ تعلیم کے نام پر ہوں، سوسائٹی کی ترقی کے نام پر ہوں، NGO's کے حوالے سے ہوں۔ تبلیغ کے پھیلاؤ کے نام پر ہوں یا مختلف انجمنوں کی صورت میں ہوں، یہ معاشرے پر مسلط نظام کی آلہ کار قوتیں ہیں۔ یہ سسٹم سے الگ اپنا وجود اور شناخت نہیں رکھتے۔ جب تک نصیحت کے اس پہلو کو پیش نظر نہیں رکھا جائے گا۔ ہم اپنی کوتاہی کی اصلاح نہیں کر سکتے۔

نصیحت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب اسلام کا سسٹم نافذ العمل نہیں تو دین کے غلبے کا سسٹم قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کی جائے۔ اپنی قومی امنگوں اور ملّی تقاضوں اور اپنے نظریے کے مطابق اپنا نظام بنایا جائے۔ اگر سسٹم اور اجتماعی نظام بدلنے کا نظریہ اور جدوجہد نہیں تو آپ نے نصیحت قبول نہیں کی۔

نصیحت کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ جب ہمارا نظریہ یہ ہو کہ ہمیں سسٹم اور اجتماعی نظام بدلنا ہے تو بدلنے کے طریقے سیکھنے ہوں گے۔ کہ دنیا میں قومیں آزادی کیسے حاصل کرتی ہیں؟ نظام کیسے بدلتی ہیں؟ اپنے آپ کو کیسے بدلتی ہیں؟ اپنا سیاسی اور معاشی نظام کیسے بدلتی ہیں؟ سوسائٹی کو ترقی کیسے دیتی ہیں؟ اگر ہمیں یہ طریقے نہیں آتے تو محض خواہش سے تبدیلی نہیں آسکتی۔ یاد رکھیے ایک قوم کا قومی نظام اس وقت تک نہیں بدلا جا سکتا، جب تک کہ وہ قوم اپنے لیے ایک منظّم اجتماعیت، انقلابی پارٹی اور ڈسپلن کی طاقت و قوت پیدا نہیں کرتی۔ حضور اقدسؐ نے صحابہؓ کی اجتماعی طاقت اور منظّم پارٹی بنائی‘ جو نہ بکنے والی اور نہ جھکنے والی تھی۔ آپؐ نے مکہ کا وہ فرسودہ نظام جو ابوجہل، عتبہ، شیبہ کا قائم کیا ہوا تھا‘ تبدیل کر کے رکھ دیا، اور مدینہ میں جا کر انسانی حقوق کی اساس پر ایک نیا نظام، نئی سیاست، معیشت، تہذیب، کلچر، عدالت، تجارت اور زراعت کا نیا نظام قائم کیا۔

نصیحت کا چوتھا پہلو یہ ہے کہ جب اجتماعیت یا تنظیمی طاقت کے بغیر سوسائٹی کا لباس اور نظام نہیں بدلتا، تو منظّم اجتماعیت کے لیے ہر فرد کو اپنی ذاتی خواہشات، تمنائیں اور آرزوئیں ختم کر دینی چاہئیں۔ جب تک انفرادیت کو ختم نہ کیا جائے اور انسان اجتماعیت کا خوگر نہ بنے اس وقت تک نظام نہیں بدلا جا سکتا۔ صحابہ کرامؓ نے اپنی انفرادی خصوصیات کو ختم کر کے جب ایک منظّم جماعت کی شکل اختیار کی۔ اپنی ذاتی خواہشات ختم کر کے اپنا ارادہ اور خواہش اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے تابع کر دی۔ تب ان کی منظّم اجتماعیت قائم ہوئی۔ اگر ہر آدمی نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی ہو، انفرادیت کا شوق رکھتا ہو تو اجتماعیت کیسے وجود میں آئے گی؟ اور اجتماعی طاقت نہیں ہوگی تو یہ نظام کیسے بدلے گا اور اگر نظام نہیں بدلے گا تو غلامی کا فرسودہ نظام پھٹے ہوئے لباس کی طرح ہمارے وجود کے ساتھ چمٹا رہے گا۔

(بقیہ صفحہ 11 پر)

www.rahimia.org

مولانا مفتی عبدالقدیر

ولی اللّٰہی خانوادے کی سخاوت

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان کے علمی و روحانی فیض سے مخلوقِ خدا جہاں سیراب ہوتی رہی، وہاں اُن کے خاندان کی مخلوقِ خدا پر مالی و مادی نوازشات اور سخاوت وغریب پروری کی بھی ایک شان دار تاریخ ہے۔

حضرت امیر شاہ خاں صاحب ''امیر الروایات'' میں لکھتے ہیں کہ: چار شخص شاہ صاحب کے خاندان میں بہت سخی تھے۔ ایک حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ تھے۔ یہ مکان سے باہر چبوترے پر بیٹھا کرتے تھے اور اس پر فرش نہ ہوتا تھا، بلکہ صرف چٹائی ہوتی تھی۔ اور کبھی چٹائی بھی اٹھا دیتے تھے اور خالی زمین پر بیٹھتے تھے۔ سارے محلے کے گھروں کی ضروریات خدمتِ خلق کی غرض سے پوری کیا کرتے تھے۔ میرے استاد میاں جی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ ایک روز شاہ صاحب محلے کے چند گھروں کا سودا خریدنے کے لیے گئے۔ چوں کہ سودے مختلف اور متعدد تھے، اس لیے اوّل انھوں نے سودے رومال میں باندھے۔ جب رومال میں گنجائش نہ رہی تو کُرتے میں رکھے۔ جب اس میں گنجائش نہ رہی اور ایک سودا باقی رہ گیا تو اسے ٹوپی میں لے لیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! دال مجھے دے دیجیے اور ٹوپی خالی کر کے اوڑھ لیجیے تو آپ نے فرمایا کہ: نہیں! مسلمان کی ہر چیز کام میں آنی چاہیے۔

دوسرے سخی مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ تھے۔ جب یہ اجمیر پہنچے اور مجاور اِن کے پیچھے لگے تو آپ نے فرمایا کہ: اس وقت تم ہمارے پاس نہ آؤ۔ ہم پہلے زیارت کرلیں۔ جب زیارت کر کے اپنی قیام گاہ پر پہنچیں، اس وقت ہمارے پاس آنا۔ مجاوروں کو بلایا گیا اور لپیں بھر بھر کے روپے دیے۔ یہ دیکھ کر مجاوروں نے کہا کہ: ان کو کون وہابی کہتا ہے۔ ایسا تو اب تک کوئی بھی نہیں آیا۔ صرف فلاں بیگم آئی تھی۔ سو اُس نے بھی اتنا نہیں دیا تھا۔

یہ تو ان کا اپنے ذاتی روپے کے ساتھ برتاؤ تھا۔ اور اگر کوئی درخواست کرتا کہ حضرت فلاں شخص سے میری سفارش کر دیجیے تو آپ بے تکلف سفارش کرتے تھے۔ چناں چہ فرخ آباد والے نواب کو ایک سال میں ایک ہزار سفارشی خط لکھے اور اس نے ہر خط کی تعمیل کی۔ آخر مجبور ہو کر عرض کیا کہ حضرت! آپ کے سفارشی والا نامے اس سال ایک ہزار پہنچے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ: ''واقعی آپ کو بہت تکلیف ہوئی، مگر میں سفارش کیے بغیر رہ نہیں سکتا۔ تم میری تحریروں پر عمل نہ کیا کرو۔''

تیسرے سخی مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ تھے۔ مگر ان میں شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کی نسبت کچھ انتظامی شان تھی۔ چوتھے سخی مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کے صاحبزادے مولوی محمد عمر صاحب تھے۔ یہ پورے کھوج کھود اور گھر کھود تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی ٹوپی مانگتا تو ٹوپی دے دیتے۔ اس کے بعد کہتے کہ لو یہ عمامہ بھی لے جاؤ۔ پھر کہتے کہ اچھا یہ کرتہ بھی لے لو۔ حتیٰ کہ پاجامہ بھی دے دیتے تھے۔

ولی اللّٰہی خاندان اپنے ہم عصر خاندانوں میں خدمتِ خلق میں بھی سب سے نمایاں تھا۔ اور آں حضورؐ کے فرمان: ''انسانوں میں سے سب سے بہترین شخص وہ ہے، جو انسانوں کو نفع پہنچائے۔'' کا عملی نمونہ تھا۔

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد سعید اختر

اصلاح

اصلاح؛ انسان اور سماج کے لیے کاملیت کی جانب فروغ کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ صرف انسانیت نہیں، بلکہ مادی کائنات کی ترقی کا بھی ایک آلہ ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اس کائنات اور نوعِ انسانی کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ انسان صفاتِ باری تعالیٰ کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا پَرتَو انسانی سماج میں دیکھنا چاہتا ہے۔ بنی نوعِ انسان اور مادی کائنات کو اس نے ترقی کے اصول پر پیدا کیا ہے۔ انسان کی ترقی کا معیار یہی ہے کہ اس میں انفرادی و اجتماعی طور پر صفاتِ باری تعالیٰ کا عکس زیادہ سے زیادہ جھلکتا ہوا محسوس ہو۔ مادی کائنات کی ترقی یہ ہے کہ مادے کی تمام قوتیں انسان کے لیے تسخیر ہوتی چلی جائیں اور اس میں ایسی تبدیلیاں پیدا کی جائیں کہ یہ اعلیٰ ترین اَخلاق پر مبنی انسانی سماج کی تشکیل کے لیے زیادہ سے زیادہ کارآمد ہوتا چلا جائے۔

اب تکوینی نظام کے فیصلوں کے مطابق انسان کو خلیفہ بنانے کا مقصد سماجی اور مادی ترقی کے ان مقاصد کے حصول کا کردار انسان کو سونپنا ہے۔ انسان یہ کردار اللہ کی قوتِ تخلیق کے پَرتَو کے طور پر اسے عطا کی گئی قوتِ تخلیق کو بروئے کار لا کر ادا کرتا ہے۔ اس کے لیے ایک طرف وہ افرادِ انسانی میں ذہنی اور اَخلاقی صلاحیتیں پیدا کرتا ہے اور دوسری طرف ان میں آنے والی کجیوں کو درست اور کمیوں کو پورا کرتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ جو تقاضے پیدا ہوتے ہیں، ان کو بھی پورا کرتا ہے۔ اس طرح مادے میں تخلیق بھی کرتا ہے اور کمیوں، کجیوں اور وقت کے تقاضوں کے حوالے سے کانٹ چھانٹ بھی کرتا ہے۔ تخلیق کے ساتھ ساتھ یہ دوسرا عمل اصلاح ہے۔ اگر انفرادی اور اجتماعی طور پر انسان کی اصلاح نہ کی جائے اور یہی عمل مادی کائنات میں جاری نہ رکھا جائے تو انسان کا مقصدِ تخلیق پورا نہیں ہوتا اور انسان منشائے خداوندی سے روگردانی کرتا ہے۔

اصلاح کے عمل کے لیے پہلے درجے میں قدرت نے انسان اور مادی کائنات میں خودکار نظام قائم کیا ہے۔ انسانی اَخلاقیات میں ایک درجے میں کوئی کجی واقع ہوتی ہے تو فطرت کی شہادت سے انسان اسے پورا کر لیتا ہے۔ اسی طرح انسانی صحت اور مادی کائنات میں ایک حد تک کوئی خرابی آتی ہے تو قدرت کا اپنا نظام اِسے درست کر دیتا ہے، لیکن اس کے بعد انسان کے شعوری عمل کا دخل شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر لازم ہے کہ وہ انفرادی و اجتماعی نظام اور مادی سلسلۂ اعمال کی اصلاح بروئے کار لائے۔

اس سلسلے میں اعلیٰ ترین کردار انبیائے کرام علیہم السلام نے ادا کیا ہے اور ان نفوسِ قدسیہ کی پیروی میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کردار ادا کیا۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہم پر بھی یہ فرض ہے کہ ایک طرف ہم اپنی اصلاح کا عمل جاری رکھیں اور دوسری طرف انفرادی، سماجی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانیتِ عامہ کی اصلاح کا عمل بھی جاری رکھیں۔ (بقیہ صفحہ 11 پر)

بچوں کا کالم — چوہدری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

صحت کا دارومدار؛ گھر اور دل کی صفائی پر ہے

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جارہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

برخوردارِ عزیز از جان! السلام علیکم

مَیں جس جیل میں ہوں، اس کا انتظام ایک انگریز افسر کے سپرد ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے، سب سے پہلے باورچی خانے اور پاخانے (بیت الخلا) کی صفائی دیکھتا ہے۔ ان ہی دو جگہوں کی صفائی سے ہندوستانی اکثر غافل ہوتے ہیں۔ پاخانہ (بیت الخلا) تو باورچی خانے سے بھی زیادہ صاف رہنا چاہیے۔ گھر بھر کی صحت کا دارومدار اسی پر ہے۔

اگر ہندوستانی سب کے سب کہیں جنت میں جگہ پائیں تو اس پاکیزہ مقام کو تھوک تھوک کر اور بہشتی لباس کو ناک صاف کر کے گندہ کر دیں۔ راجپوت تو ضرور جگہ جگہ حُقّے کی چلموں کو اُنڈیل کر بہشت کی مٹی پلید کریں۔ شاید دنیا کے اور لوگ خُلد میں ہندوستانیوں کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیں۔ خدا نے ہندوستان کو جنت نشان بنایا، مگر ہم نے اپنے ہی وطن کو اپنی گندی عادات سے جہنم سے بدتر بنا دیا۔ گھروں کو تصویروں سے سجانا اور اس پر قیمتی پردے لٹکانا مذہب میں منع ہے، لیکن گھر میں پھول لگانا، کوڑے کرکٹ سے صاف رکھنا بڑے ثواب کی بات ہے۔

انگریزی میں مثل ہے کہ صفائی کے بعد پارسائی کا درجہ ہے۔ اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں بھی عملاً یہی ہے، جسم کی صفائی اور کپڑے کی صفائی کو دل کی صفائی سے بڑا تعلق ہے۔ اسی لیے نماز کے لیے وضو کرنا ضروری ہے۔ اور کپڑے صاف رکھنا ضروری ہے، جو گھر اور کپڑے کو صاف نہیں رکھتا وہ دل کو صاف کیا رکھے گا۔ جو گھر اور جسم کو گندگی سے اور دل کو بُرے خیال سے بچائے رکھیں، وہ دنیا اور دین دونوں لحاظ سے اچھے رہتے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ ایک بھلے آدمی نے کہا کہ جو اپنا گھر صاف نہیں رکھتے وہ خدا کا گھر یعنی دل صاف نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے ان کے دل میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں۔ خدا پاک ہے، ناپاک دل میں کبھی داخل نہیں ہوتا۔

پیارے بچو! تم میں سے جو اپنی کتابوں کو میز پر درست نہیں رکھتا تھا، میں سمجھ لیتا تھا کہ یہ مدرسہ کی تعلیم میں بھی کمزور ہے۔ اس لیے کہ تعلیم میں محنت اور دل لگا کر کام کرنا ہوتا ہے، جو بچہ اپنے قلم کاغذ کو سنبھال نہیں سکتا وہ اَور کاموں میں کیا ہمت کرے گا۔ پہلے اپنی کتابوں کو قرینے سے لگانا سیکھو۔ لباس کو صاف رکھو۔ پھر تمھارا دل بھی جی لگا کر محنت کرنے کو کرے گا۔ اور طبیعت میں بے پروائی پیدا نہ ہوگی اور تم ہر امتحان میں کامیاب رہو گے۔

خواتین کا کالم — حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ

حقوقِ نسواں؛ اسلام اور مغرب کے نقطۂ نظر کا تقابلی مطالعہ

ایک طویل زمانہ ایسا رہا ہے جب کہ عورتوں کے متعلق یہ نظریہ رہا ہے کہ وہ انسان نہیں بلکہ وہ مال و متاع کی طرح ایک شئے ہیں۔ اگر انسان سمجھا بھی جاتا تھا تو خادمہ اور لونڈی سے زیادہ اس کی حیثیت نہ تھی۔ نہ اس کے لیے علم حاصل کرنے کا موقع تھا اور نہ جماعتی زندگی میں اس کا کوئی حصہ، حتیٰ کہ وہ قانونی ملکیت سے بھی محروم تھی۔ کھانا پکانے، کپڑے سینے اور بچوں کے پالنے کے علاوہ وہ دین و دنیا کے تمام اُمور سے ناآشنا اور جاہل رہتی تھی۔ اس طرح فطرت اور قانونِ الٰہی دونوں کے خلاف اس کی زندگی بولتے ہوئے حیوان یا چوپائے کی طرح تھی۔

اس کے برعکس آج کی آواز ہے، جو اگرچہ بعض اُمور میں صحیح نظریے کے مطابق ہے، مگر خاص خاص مسائل میں تفریق (حد سے متجاوز) اور اَخلاق کے نقاط سے آگے بڑھ گئی ہے۔ بعض حالات میں تو جہالت کے نظریے سے بھی زیادہ مہلک نتائج کی ذمہ دار ہے۔ علمائے مغرب کا خیال ہے کہ عورت نے ابھی تک وہ تمام حقوق حاصل نہیں کیے، جو مردوں کو حاصل ہیں۔ اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حصولِ حقوق میں عورت کا قدم بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ قرونِ وسطیٰ سے اُنیس ویں صدی کے شروع تک یورپ میں عورت کو کسی قسم کی قانونی ملکیت حاصل نہیں تھی اور ان کی تربیت کا معاملہ گھر کا کھانا پکانے، بچوں کو پالنے اور کپڑے سینے سے آگے اور کچھ نہ تھا۔

اسلام عورت کے متعلق دورِ جاہلیت اور ترقی پذیر دورِ جدید، دونوں سے جدا اپنا نظریہ رکھتا ہے۔ اور اپنی فطرت کے مطابق ہمہ گیر اصلاح کے دائرے میں اس مسئلے کو وضاحت سے بیان کرتا اور اَخلاقی کردار میں نمایاں جگہ بخشتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ چوں کہ اسلام ''صراطِ مستقیم'' کا نام ہے، اس لیے استقامت و اعتدال کی جو صفت اس کی تعلیم میں گوندھی گئی ہے، اس مقام پر بھی درخشاں نظر آتی ہے۔ چناں چہ اپنے امتیازی نصب العین اور خصوصی نظام کے پیشِ نظر ''اسلام'' نے عورت کے متعلق بھی ''اعتدال'' کی راہ اختیار کی ہے اور افراط و تفریط کی ظلمت سے اس کو بچایا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلامی ''علمِ اَخلاق'' عورت کو مختلف حیثیات سے دیکھتا اور ہر ایک حیثیت کے موزوں جدا جدا احکام نافذ کرتا ہے۔ اسلام میں عورت انسان ہے۔ انسان ہونے کے لحاظ سے صنفِ خاص ہے۔ عورت ایک فرد ہے اور حیاتِ اجتماعی کا ایک جز ہے۔ عورت اسی طرح انسان ہے، جس طرح مرد انسان ہیں اور انسانیت کے اس وصف میں دونوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے۔ لہٰذا حقِ انسانیت میں دونوں برابر ہیں اور انسانی حقوق میں دونوں کے لیے یکساں آزادی حاصل ہے۔ اور مرد کے مقابلے میں اس اعتبار سے کسی قسم کی ایسی پابندی عائد نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے اس حق سے محروم یا مرد کے مقابلے میں پست و مقہور سمجھی جائے۔

www.rahimia.org

رپورٹ: مولانا عبدالرحیم طاہر، ہارون آباد

خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا ایک مبارک سفر

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی — اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

برِعظیم پاک و ہند میں خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور شریف وہ عظیم خانقاہ ہے، جس سے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں نے فیض حاصل کیا۔ ہزاروں کی اصلاح ہوئی۔ راہ ضلالت پر بھٹکتے ہوئے انسانوں پر راہِ ہدایت کی حقانیت ظاہر ہوئی اور یوں ایک عالَم خانقاہ رائے پور کے فیضان سے مستفید ہوا۔ باطل کے پاؤں اُکھڑے اور حق کے غلبے کی جدوجہد کو راستہ ملا۔ مظلوم انسانیت کو ظالم سامراج کے براہِ راست تسلط سے آزادی حاصل ہوئی۔ اس خانقاہ اور اس خانقاہ کی تربیت یافتہ جماعت کی عظیم قربانیوں کے نتیجے میں انگریز سامراج کو اس دھرتی سے بوریا بستر گول کرنا پڑا اور قومی آزادی و حریت کی یہ عظیم جدوجہد علاقہ بھر میں کامیاب ہوئی۔

خانقاہ رائے پور کو دیکھ کر پہلی ہی نظر میں اس کا روحانی ماحول دل کو موہ لیتا ہے۔ ایک جانب ''گل زارِ رحیمی'' اور رائے پور کی آبادی کے درمیان دریائے جمن سے نکلنے والی ''نہرِ جمن'' سانپ کی طرح بَل کھاتی ہوئی بہتی جا رہی ہے تو دوسری طرف ایک برساتی ندی' اس نہر کو کراس کرتے ہوئے برسات کے موسم میں اپنی جولانیاں دکھاتی ہے۔ اور پھر جس سنگم پر آ کر ندی اور نہر باہم ملتی ہیں تو ماحول میں ایک عجیب طرح کا جلترنگ پیدا ہوتا ہے، جس سے اہلِ دل محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یوں یہ خانقاہ' ندی اور نہر کے سنگم پر واقع ایک مرتفع مقام پر گھنے باغ کے درمیان واقع ہے۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ نے خانقاہ رائے پور کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ: ''حضرت اقدس رائے پوری قدس سرہٗ کا قیامِ قصبہ رائے پور ضلع سہارن پور میں بستی سے باہر باغ میں تھا۔ جس کے نیچے نہر جاری تھی اور دنیا میں ہی حق تعالیٰ نے آپ کو ''جنّٰت تجری من تحتھا الانھار'' (وہ باغ، جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی) کا مصداق بنا رکھا ہے۔ آپؒ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے اجل خلفا میں تھے اور غلبہ کتمان و اخلاص کی وجہ سے نقشبندیت کا آپ پر غلبہ تھا کہ باغ کے پتے پتے اور نہر کے قطرے قطرے سے ذکرُ اللہ سنائی دیتا اور بے مس و بے حس شخص بھی حاضرِ خدمت ہو کر اس اندرونی لذت کو محسوس کرتا تھا، جس میں آپ کا اور آپ کے متوسلین کا ہر لحظہ گزرا کرتا تھا۔''

مرکزِ رُشد و ہدایت رائے پور قائم رہے — ہم غلاموں پر بزرگوں کی نظر دائم رہے

ایسے میں اس خانقاہ سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے دل میں خانقاہ کی محبت وعظمت کیوں پیدا نہ ہو؟ یقیناً خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے سچی محبت وعظمت کے نتیجے میں رائے پور میں اس مبارک اور پُرفضا مقام کو دیکھنے اور مشائخ رائے پور کے مزارات پر حاضری کا اشتیاق' ایک فطری اور طبعی تقاضا ہے۔ لہٰذا عرصۂ دراز سے دل میں خانقاہ رائے پور جانے کا شوق کروٹیں لیتا رہا، لیکن دونوں ملکوں کے سیاسی حالات درست نہ ہونے اور ویزا نہ ملنے کے سبب سفر نہ ہو سکا۔

اس مرتبہ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ العالی کے مشورے سے رائے پور کے ویزے کے لیے والدۂ محترمہ کے ہمراہ مؤرخہ 9؍ جولائی 2014ء کو درخواست جمع کروائی اور یکم ؍ستمبر 2014ء کو ہمیں ویزا ملنے کی اطلاع ملی' جس پر بہت ہی مسرت ہوئی۔ چناں چہ 6؍ ستمبر کو رائے پور کے لیے سفر کا آغاز ہوا اور یکم؍ اکتوبر 2014ء کو واپسی ہوئی۔ اس سفر میں زیادہ تر وقت رائے پور میں ہی گزرا۔ جب کہ کچھ دنوں کے لیے اپنے آبائی قصبہ سکروڈھ میں بھی جانے کا موقع ملا۔ واپسی پر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعیدالرحمٰن مدظلہٗ (مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ و سرپرست ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور) کے ارشاد پر اس سفر کے مختصر حالات قارئین رحیمیہ کے لیے ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

6؍ ستمبر 2014ء بروز ہفتہ کو صبح 9:30 بجے ہم (راقم السطور اور والدۂ محترمہ) ادارہ رحیمیہ لاہور سے واہگہ بارڈر کی جانب روانہ ہوئے تو ہمیں رُخصت کرنے کے لیے حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ العالی اور بھائی راؤ شاہ نواز صاحب ہمراہ تھے۔ ہم تقریباً 10:15 بجے واہگہ بارڈر پہنچے۔ دفتری کارروائی کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ نے دعا کروائی اور ہمیں رخصت کیا۔ پاکستانی امیگریشن آفس سے انڈیا کی سرحد تک کا سفر پیدل طے کیا۔ انڈیا میں داخل ہونے کے بعد انڈین بس کے ذریعے انڈین امیگریشن آفس پہنچے۔ وہاں دفتری کارروائی اور سامان چیکنگ کے بعد تقریباً 1 بجے دوپہر اٹاری سے سہارن پور کے لیے بذریعہ ٹیکسی روانہ ہوئے۔ پنجاب کے مختلف شہروں ترن تارن، لدھیانہ، انبالہ، جگادھری اور جمنانگر سے ہوتے ہوئے رات 9:30 بجے سہارن پور پہنچے۔ وہاں سے ہمارے خالہ زاد بھائی راؤ حفیظ الرحمٰن خاں ولد راؤ عطاء الرحمٰن خاں کے ہمراہ رائے پور کے لیے روانہ ہوئے۔ سارا دن تھکا دینے والے سفر کے بعد رات کے وقت رائے پور پہنچے تو وہاں کی روحانی فضاؤں میں سانس لیتے ہی چند منٹوں میں ساری تھکن دُور ہو گئی۔

7؍ ستمبر کو سہارن پور اندراج کے لیے جانا ہوا اور شام کو نمازِ عصر خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور شریف میں ادا کرنے کے بعد مشائخ رائے پور حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس اللہ اسرارہم کے مزارات پر حاضری دی۔ ایسا محسوس ہوا کہ گلزارِ رحیمی میں آ کر فیضِ رحیمیہ کی آغوش میں آ گئے ہیں۔

11؍ ستمبر بروز جمعرات کو دوپہر مفتی محمد عامر سعید زید مجدہٗ کی طرف دعوت تھی۔ اس موقع پر مدرسہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ کے مہتمم اور حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اختر مدظلہٗ العالی اور حضرت مولانا قاری عاشق الٰہی مدظلہٗ شیخ الحدیث مدرسہ ریڑھی تاج پورہ اور مولانا محمد عارف (مجاز حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ) تشریف لائے۔ ان حضرات سے تفصیلی ملاقات رہی۔ بعد از نماز عصر ان حضرات کے ہمراہ خانقاہ میں جانا ہوا۔ جہاں مشائخ رائے پور کے مزارات پر

www.rahimia.org

حاضری دی اور دیگر احباب سے ملاقات ہوئی۔

12 ستمبر بروز جمعۃ المبارک کو قصبہ رائے پور کی تاریخی جامع مسجد (جہاں حضرت عالی شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ نے ابتداءً مدرسہ قائم فرمایا تھا) میں جمعۃ المبارک کے موقع پر راقم سطور نے بیان کیا اور نماز جمعہ پڑھائی اور بعد ازاں علاقہ بھر سے آئے ہوئے لوگوں سے ملاقات ہوئی۔

13 ستمبر کو صبح 10 بجے جامع مسجد قصبہ رائے پور سے متصل مدرسہ فیض ہدایت رحیمی (جہاں تقریباً 650 طلبا زیر تعلیم ہیں اور مشکوٰۃ شریف تک درجات ہیں) کے طلبا میں بیان ہوا۔ جس میں تعلیم و تربیت کی ضرورت و اہمیت اور اس کے نتائج، اور اکابرین علمائے حق کی غلبہ دین کے لیے کی جانے والی خدمات بالخصوص مشائخ رائے پور کے تعارف پر تفصیلی گفتگو ہوئی۔ بعد نماز عصر چوہدری محمد شریف صاحب کے چھوٹے صاحبزادے چوہدری محمد افضل صاحب دہرہ دون سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ بعد نماز مغرب مسجد رحیمیہ قصبہ رائے پور (جس کا سنگ بنیاد حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا) میں پروگرام ہوا۔ یہاں محلے کے بہت سارے نوجوان، بوڑھے اور بچے موجود تھے۔ ماشاء اللہ اہل محلّہ نے حضرات رائے پور کی وجہ سے بہت ہی محبت اور پیار کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی خانقاہ سے عقیدت اور محبت کے جذبے میں مزید ترقی نصیب فرمائے۔

14 ستمبر بروز اتوار کو مولانا مفتی محمد عامر سعید کے قائم کردہ ''کوہ نور پبلک سکول'' میں نوجوان طلبا اور خصوصی احباب کے لیے پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں ''نوجوانوں کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر بیان کرنے کا موقع ملا۔ آخر میں سوالات و جوابات کی نشست ہوئی۔ الحمدللہ! نوجوانوں میں طلب موجود ہے؛ رہنمائی کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ پروگرام سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت مولانا محمد الیاس میواتی مدظلہ (خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) اور مولانا بشیر احمد امینی زید مجدہٗ دہلی سے اپنے رفقا کے ہمراہ تشریف لائے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ مولانا بشیر احمد نے ہندوستان میں مشائخ رائے پور اور حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نظریات اور افکار پر مختلف کتب مرتب کی ہیں اور انھیں شائع کیا ہے۔ انھوں نے وہ کتابیں عنایت کیں۔ مولانا بشیر احمد میواتی نے بتایا کہ علاقہ میوات اور قرب و جوار کے علاقے کے لوگوں نے متفقہ طور پر حضرت مولانا محمد الیاس میواتی مدظلہٗ کو غیر متنازعہ شخصیت قرار دیا ہے اور اپنے اکثر معاملات کے حل میں مولانا پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔

15 ستمبر بروز سوموار صبح راؤ انوار ولد راؤ اکرام رائے پوری کے ہاں ناشتے سے فراغت کے بعد آبائی قصبہ سکروڈھ جانے کے لیے بھگوان پور روانگی ہوئی اور اسی روز وہاں کے ضلع ہری دوار میں اندراج کرانے کے بعد واپسی پر ''کلیر شریف'' میں حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر شاہ کلیری قدس سرہٗ کے مزار پر حاضری ہوئی۔ نماز ظہر اسی خانقاہ کی مسجد میں ادا کی۔ بھگوان پور میں قیام کے دوران بہت سارے عزیز و اقارب ملنے کے لیے تشریف لاتے رہے۔

19 ستمبر کو ناشتہ سے فراغت کے بعد اپنے آبائی گاؤں سکروڈھ جانا ہوا۔ یہ گاؤں بہت ہی قدیم اور تاریخی گاؤں ہے۔ ہمارے پردادا راؤ امداد علی خاں جو کہ ''خانقاہ ٹھسکہ میراں جی'' کے گدی نشین تھے، انھوں نے اپنے دور میں یہاں مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مدرسہ کے لیے اپنی بیٹھک وقف کی۔ اسی طرح یہاں حضرت شاہ رکن الدینؒ متوفی 1118ھ کا مزار ہے جو کہ قدیم جامع مسجد کے بالمقابل واقع ہے۔ یہ مسجد دہلی کی شاہی جامع مسجد کے نقشے اور طرز کے مطابق تعمیر کی گئی ہے۔ یہاں اکابرین مشائخ رائے پور اور دیگر اکابرین علمائے حق کی آمد و رفت بھی رہی ہے۔ یہاں پر موجود ایک صاحب نے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے متعلق ایک واقعہ سنایا کہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ رکنیہ کے منتظم ہمارے ایک دادا راؤ منظور حسن کی ملاقات حضرت مدنیؒ سے کسی جلسہ میں ہوئی تو حضرتؒ نے سکروڈھ آنے کی خواہش ظاہر کی۔ تاریخ اور وقت مقرر ہوگیا اور یہ بھی طے ہوا کہ حضرتؒ کو مقررہ وقت پر صبح 8 بجے سواری بھیج کر بھگوان پور سے یہاں لایا جائے گا۔ جس دن حضرت مدنیؒ کی آمد تھی' اس رات شدید بارش کی وجہ سے سکروڈھ آنے جانے والے تمام راستے بند ہوگئے۔ میزبان راؤ منظور حسن بہت پریشان تھے کہ حضرت کیسے تشریف لائیں گے۔ جب کہ راستہ بند ہونے کی وجہ سے سواری بھی نہ بھیجی جاسکی۔ مگر حضرت مدنی ٹھیک ساڑھے 9 بجے سکروڈھ پہنچ گئے اور سب ان کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا کہ: ''تم لینے نہیں آئے تو کیا ہوا' میں خود ہی پہنچ گیا۔'' حضرت نے مدرسے کے تعلیمی کام کو دیکھا تو راؤ صاحب سے فرمایا کہ مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم دینی کام ضرور کر رہے ہوگے اور مدرسہ کے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

اسی طرح حافظ شوکت زید مجدہٗ (خلیفہ مجاز مولانا مکرم حسین سنسارپوری مدظلہ) نے حافظ شریف صاحب (جو سکروڈھ کے مدرسہ میں پڑھاتے تھے) کے توسط سے ایک واقعہ سنایا کہ حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ ایک دفعہ سکروڈھ تشریف لائے۔ راؤ منظور حسن کے ہاں قیام تھا۔ جمعہ کے روز اہل گاؤں کا معمول تھا کہ نماز جمعہ کے فوراً بعد حضرت شاہ رکن الدینؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لیے جاتے تھے، لیکن حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہ نے نماز جمعہ کے فوراً بعد جامع مسجد میں ہی حضرت شاہ رکن الدینؒ کے لیے ایصال ثواب کیا اور اپنی قیام گاہ تشریف لے آئے، لیکن اہل گاؤں نے حسبِ معمول مزار پر حاضری دی اور حضرت کو مزار پر نہ پاکر لوگوں نے مختلف چہ میگوئیاں کیں اور حضرت کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ حتیٰ کہ میزبان راؤ منظور حسن کا ذہن بھی عوامی پریشر کی وجہ سے متزلزل ہوگیا۔ رات کو گاؤں کے بڑے بڑے راؤ صاحبان اور راؤ منظور حسن کے خواب میں حضرت شاہ رکن الدینؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ: مجھے صرف حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کا کیا ہوا ایصال ثواب پہنچا۔ باقی کسی کا نہیں پہنچا۔ صبح فجر کی نماز میں سب لوگ ایک دوسرے کو اپنا اپنا خواب سنانے لگے اور راؤ منظور حسن نے بھی اپنا خواب سنایا

www.rahimia.org

اوراس پر کافی تبصرے اور باتیں ہوئیں۔ بالآخر جمعہ کے دن اجتماعی طور پر مزار پر جانے والی یہ رسم ختم ہوگئی اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے متعلق باتیں کرنے والوں کو شرمندگی کے سوا کچھ نہ ملا۔

اس روز شام کو اپنے عزیز واقارب کے اصرار پر نمازِ عصر کے بعد اپنے آبائی محلے کوٹ میں مدرسہ رکنیہ کے قریب واقع ''مسجد گردا'' میں حاضرین کے سامنے بیان کرنے کا موقع ملا۔

21/ستمبر بروز اتوار کو حافظ شوکت زیدمجدہٗ (خلیفہ مجاز مولانا مکرم حسین سنسار پوری مدظلہٗ) اور حافظ محمد ناظم دہلی سے ملنے کے لیے تشریف لائے اور شام تک قیام رہا۔ حافظ شوکت نے مولانا مکرم حسین مدظلہٗ کی سوانح پر لکھی ہوئی کتاب عنایت کی۔

22/ستمبر بروز سوموار کو ضلع ہری دوار میں رائے پور جانے کے لیے روانگی کے اندراج کی غرض سے جانا ہوا۔ واپسی پر کلیر شریف میں حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر شاہ قدس سرہٗ کے مزار پر دوبارہ حاضری کا موقع ملا۔

23 ستمبر بروز منگل صبح 4 بجے راؤ اقبال رشید کے ہمراہ دیوبند کے لیے سفر کیا۔ صبح نمازِ فجر دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد ''جامع الرشید'' میں ادا کی۔ نمازِ فجر کے بعد دارالعلوم کے طالبِ علم مولانا محمد شہزاد (جو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں) سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ ''قاسمی قبرستان'' جانا ہوا۔ جہاں حضرات اکابرین حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مزارات پر حاضری ہوئی۔ کچھ دیر دارالعلوم میں قیام کا موقع ملا۔

پھر بھگوان پور سے ہوتے ہوئے سہارن پور پہنچے۔ یہاں اندراج کروانے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور جانا ہوا۔ مدرسہ کے ذمہ دار حضرات سفرِ حج کی وجہ سے موجود نہ تھے۔ اس لیے کسی سے ملاقات نہ ہوسکی۔ البتہ بھائی حافظ محمد سعید (سعید کتب خانہ والے) سے ان کی والدہ کی وفات پر تعزیت کی اور حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کا تعزیتی پیغام پہنچایا۔ بعدازاں رائے پور روانگی ہوئی۔

مؤرخہ 25/ستمبر کو خانقاہ میں دہلی کے محلّہ قصاب پورہ کی جامع مسجد نواب والی سے صوفی محمد اعجاز زیدمجدہٗ (جو کہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خاص متعلقین میں سے ہیں) اور ان کے ساتھ دیگر احباب بھائی محمد یٰسین مالا تشریف لائے ہوئے تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت صوفی محمد اعجاز زیدمجدہٗ نے حضرت اقدس شاہ مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ کی خیریت دریافت کی اور فرمایا کہ حضرت اقدس کا سفر جلدی ہونا چاہیے کیوں کہ لوگوں میں طلب موجود ہے۔ اس وقت ہندوستان میں کوئی ایسی شخصیت موجود نہیں، جن سے احباب کو جوڑیں اور لوگوں کو بیعت کروائیں۔ تاکہ خانقاہ کا فیض جاری رہے۔ نیز فرمایا کہ دہلی کے لیے خصوصی وقت لے کر تشریف لائیں اور کچھ دن قیام ہونا ضروری ہے۔ فرمایا کہ میرا یہ پیغام حضرت اقدس مدظلہ کو پہنچا دیں اور سلام عرض کردیں۔ مغرب کی نماز کے بعد جامع مسجد قصبہ رائے پور میں بیان ہوا۔ جس میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا تعارف کروایا اور خانقاہ سے تعلق رکھنے کی اہمیت کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔ نمازِ عشا کے بعد دیوبند سے مفتی وقار احمد اور گنگوہ سے مفتی شمشاد احمد ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ان حضرات سے خانقاہ رائے پور، حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے حالاتِ زندگی اور طریقۂ تربیت کے عملی پہلو، بالخصوص تنظیم فکرِ ولی اللّٰہی کے حوالے سے تفصیلی گفتگو ہوئی، جس سے وہ بہت مطمئن ہوئے۔

26/ستمبر کو صوفی محمد اعجاز دیگر احباب کے ہمراہ بھائی حفیظ الرحمٰن کے ہاں ناشتے کے لیے تشریف لائے۔ اسی طرح مفتی وقار احمد اور مفتی شمشاد احمد سے بھی ایک گھنٹہ ملاقات جاری رہی۔ الحمدللہ! مفتیانِ کرام سے یہ ملاقات اطمینان بخش رہی اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی قائم کردہ جماعت پر مزید یقین اور پختگی پیدا ہوئی۔ اس بات کا احساس بہت زیادہ ہوا کہ یقیناً جو کام حضرت اقدس نے سرانجام دیا ہے، وہ آج کے دور میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

آج جمعۃ المبارک جامع مسجد قصبہ رائے پور میں پڑھایا اور اس موقع پر قربانی کی فضیلت واہمیت اور اس کے مقاصد ونتائج پر تفصیلی گفتگو ہوئی اور آخر میں سلسلۂ رائے پور کا تعارف کروایا۔ شام کو نمازِ عصر کے بعد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی قدیم قیام گاہ وخانقاہ میں جانا ہوا۔ پھر بعد نمازِ عشا مسجد لوہاروں والی میں بیان ہوا۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں حضرت عالی شاہ عبدالرحیم رائے پوری کا کچھ عرصہ قیام رہا۔ یہاں بھی کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔ یہاں بڑی تفصیل سے اکابرین خانقاہ رائے پور کے مشن اور غلبہ دین کی جدوجہد پر گفتگو ہوئی۔ **فللّٰہ الحمد**

27/ستمبر کو خانقاہ میں نمازِ فجر کے بعد دہلی سے آئے ہوئے حضرات کو رخصت کیا اور پھر مفتی محمد عامر سعید کی لائبریری میں بیٹھ کر دائمی جنتری برائے قصبہ رائے پور کے چھپوانے کے لیے مشائخ رائے پور کے تعارف پر مبنی تحریر تیار کی۔ رات کو عشا کی نماز کے بعد منیاروں والی مسجد رائے پور میں پروگرام ہوا۔ بحمداللہ! یہاں بھی خانقاہ کی نسبت اور مشائخ رائے پور سے محبت اور تعلق کے نتیجے میں کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔

28/ستمبر کی رات کو زندگی میں پہلی مرتبہ خواب میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی زیارت نصیب ہوئی جو کہ احقر کے لیے بہت ہی سعادت مندی کی بات ہے۔ شام کو دہرہ دون سے چوہدری محمد شریف کے بڑے صاحبزادے چوہدری محمد اشرف عرف بڑا منا بھائی، مولانا محمد اختر زیدمجدہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) اور مولانا محمد عارف (مجاز حضرت رائے پوری مدظلہ) تشریف لائے اور حضرت اقدس مدظلہٗ کے سفرِ انڈیا کے حوالے سے مشاورت ہوئی۔

29/ستمبر کو دن بھر مختلف احباب، عزیز واقارب ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہے۔ رات کو بعد از نمازِ عشا بنجاروں والی مسجد (تبلیغی مرکز) میں بیان ہوا۔ کثیر تعداد میں لوگ موجود تھے۔ خانقاہ کا تسلسل اور غلبہ دین کے لیے کی جانے والی اکابرین مشائخ

www.rahimia.org

کی جدوجہد کو اجاگر کیا۔ اس بات کو واضح کیا کہ آج مشائخ رائے پور کی پہچان کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ مشائخ رائے پور کا نام لیتے ہیں اور اس سلسلے کو نہیں مانتے اور ان کے مشن سے ہٹے ہوئے ہیں، ان سے بچنے کی ضرورت بیان کی۔ بیان سے فراغت کے بعد دارالعلوم دیو بند سے آئے ہوئے طلبا دورہ حدیث اور تخصص میں شریک مولانا مکرم تھانہ بھون والے تشریف لائے۔ ان سے ملاقات ہوئی۔ رات کی اس مختصر نشست میں تعارف اور تعلیمی امور پر بات چیت ہوئی۔

30 ستمبر کو صبح نمازِ فجر کے بعد دارالعلوم سے آئے ہوئے طلبا سے تفصیلی نشست ہوئی۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے متعلق ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ اسی طرح اکابر علمائے حق کی برصغیر میں غلبہ دین کی جدوجہد کے تناظر میں آج جس چیز کی ضرورت ہے، اس پر گفتگو ہوئی۔ بالخصوص خانقاہی سلسلے کے اکابرین کا جو کردار اس خطہ برصغیر کے لیے ہے، اس کو واضح کیا گیا۔ اسی طرح حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی جدوجہد، بالخصوص تنظیمی کام کے حوالے سے گفتگو ہوئی۔

الحمدللہ! دوستوں میں اطمینان نظر آیا۔ اسی وجہ سے یہ دوست رخصت ہو کر مفتی محمد عامر سعید کے ساتھ شام تک رہے اور ان کی کتب سے استفادہ کرتے رہے۔ ہم تقریباً 4 بجے خانقاہ رائے پور میں حضرات مشائخ کے مزارات پر حاضری دے کر دوستوں کو رخصت کرتے ہوئے سہارن پور کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا مکرم حسین سنسار پوری مدظلہ العالی سے ملاقات کے لیے جانا ہوا۔ وہاں حافظ محمد شوکت بھی موجود تھے۔ احقر کے ہمراہ مفتی محمد عامر سعید، بھائی راؤ حفیظ الرحمٰن، بھائی راؤ طارق اور بھائی محمد عزیر وغیرہ تھے۔ مولانا مکرم حسین مدظلہٗ سے تقریباً 30 منٹ ملاقات رہی۔ اس دوران حضرات مشائخ رائے پور کے فیضان کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت مولانا مکرم حسین مدظلہٗ نے بھی حضرت اقدس مدظلہ العالی کے سفرِ رائے پور کا پیغام حضرت اقدس مدظلہٗ کے نام دیا۔

حضرت مولانا مکرم حسین مدظلہٗ سے رخصت ہو کر ہم مدرسہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ میں مولانا محمد اختر کے ہاں پہنچے۔ نمازِ مغرب کے فوراً بعد مولانا محمد اختر مدظلہٗ مہتمم مدرسہ ہذا کے حکم پر طلبائے کرام میں بیان کیا۔ الحمدللہ! خانقاہ کے سفر کی برکت اور بزرگوں کی دعاؤں کے نتیجے میں تقریباً ایک گھنٹہ بیان ہوا، جس میں مقاصدِ تعلیم اور ہماری ذمہ داریوں کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ اس مدرسے میں طلبا کی تعداد تقریباً 1250 ہے۔ دورۂ حدیث شریف اور تخصص تک کلاسز ہیں۔ تمام طلبا نے بڑے ذوق وشوق سے بات کو سنا۔ تمام طلبا سے فرداً فرداً مصافحہ ہوا۔ تمام اہل مدرسہ نے بہت محبت کا اظہار کیا۔ پروگرام سے فراغت کے بعد کھانا کھایا اور سہارن پور بھائی محمد انوار رائے پوری کے گھر پہنچے۔ یہاں مولانا شمشاد گنگوہ سے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے ''تذکرہ اکابر دیو بند'' کتاب ہدیۃً دی۔ کچھ دیر ملاقات کے بعد وہ رخصت ہوئے۔ پھر ہم رات کو 01 بجے بذریعہ ریل امرتسر کے لیے روانہ ہوئے۔ اگلے دن صبح 7 بجے امرتسر پہنچے اور ناشتہ وغیرہ کر کے امرتسر سے بذریعہ گاڑی اٹاری آئے۔ ٹھیک صبح 10:15 بجے لاہور پاکستان پہنچ گئے۔ حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ ہمیں لینے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس سفرِ رائے پور کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے اور اپنے اکابر مشائخ رائے پور سے سچا تعلق اور ان کے مشن کو زندہ کرنے والا بنائے۔ آمین!

بقیہ نصیحت وعبرت کا معنی ومفہوم

عبرت کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ کسی کی بُری حالت کو دیکھ کر اس حالت سے نفرت کر کے اپنے اندر اُس حالت کے بدلنے کا ارادہ اور عزم کرنا۔ یہ عبرت ہے۔ عبرت ایک حالت کو عبور کر کے دوسری حالت کی طرف جانے کا نام ہے۔ دریا کے ایک طرف کو عبور کر کے دوسری طرف چلے جائیں۔ عبرت یہ ہے کہ ہم یہ طے کریں کہ یہ جو غیروں کا دیا ہوا غلامی کا سیاسی، معاشی اور عمرانی ڈھانچہ ہمارے وجود پر مسلط ہے، ہم اسے بدلنا چاہتے ہیں، اور اس کی جگہ اپنی قومی غیرت، اپنے دینی تقاضے اپنے اللہ اور اپنے رسول ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اپنی عدالت، اپنی سیاست، اپنی تجارت، اپنی معیشت اور ثقافت قائم کریں گے، تب تو نصیحت اور عبرت ہے ورنہ نہیں۔

بقیہ نصیحت کے فکر انگیز پہلو

66 سالوں سے ہماری سب سے بڑی کمزوریاں یہی رہیں کہ ہم ان چار باتوں کو قبول کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوئے۔ تو نصیحت کس طرح آئے گی۔ کبھی ہم نے سوچا کہ نظام کی تبدیلی کا نظریہ کیا ہے؟ ہمارا یہ نظام جو غیروں کا دیا ہوا ہے یہ غلامی کی علامت ہے ہمیں اس کو بدلنا ہے؟ اور اس کی جگہ پر نیا لباس اور نظام بنانا ہے۔ کبھی ہم نے اس نئے نظام کے لیے اجتماعیت پیدا کرنے کی کوشش کی؟ کبھی ہم نے اپنی انفرادی خواہشات، تمناؤں، آرزوؤں اور اپنے انفرادی مزاج کو فنا کر کے اجتماعی نظام میں ڈھلنے کی کوشش کی؟ اگر یہ سب نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ کہ ہم نے نصیحت قبول نہیں کی۔

بقیہ اصلاح

اس جدوجہد میں ہمیشہ شریک رہیں۔ اس لیے کہ اجتماعی سماجی نظام کی درستگی کی صورت میں ہی انسان کی انفرادی جسمانی اور اَخلاقی صحت درست رہ سکتی ہے۔ اگر اجتماعی اصلاح نہیں ہوگی تو قوم اور معاشرہ قعرِ ذلت میں گر جائیں گے اور کوئی شخص انفرادی طور پر اس تباہی سے نہیں بچ سکتا۔

اگر سماج کا اجتماعی نظام بنیادی طور پر درست ہے تو چھوٹی چھوٹی جزوی خرابیوں کی اصلاح کر لی جاتی ہے اور اگر نظام بنیادی طور پر فاسد ہو جائے تو پھر اسے ختم کر کے مکمل تبدیلی عمل میں لائی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں کامل تبدیلی ہی اصلاح کا طریق کار ہوتی ہے۔ یہی انبیائے کرام علیہم السلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور یہی سنت اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

ملفوظات

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ

مرسلہ: حافظ محمد شفیق، لاہور

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی بڑی خانقاہیں، جو کبھی سلاطین اور بادشاہوں کی اصلاح کا مرکز ہوتی تھیں، اُجڑی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ وہاں اجتماعی اصلاح کی کوئی عملی صورت نہیں ہے۔ آج کی مساجد اور خانقاہیں شکست خوردہ لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اتحادِ فکر باقی نہیں رہا۔ جمعہ اور عیدین کے اجتماعات ہزاروں اور لاکھوں پر مشتمل ہوتے ہیں، لیکن دینی مرکزیت کے لحاظ سے ان کا فکر اپنے امام (قائدِ نماز) سے مختلف ہوتا ہے۔

نوجوان طبقے کو بے مقصد تعلیم میں اُلجھا کر اس کی قوتِ عمل مضمحل کر دی گئی ہے۔ اسے فکری انتشار کا شکار کر دیا گیا ہے۔ اس کی صلاحیتیں اُجاگر ہونے کی بجائے ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ عوام کو معاشی مسائل میں اُلجھا دیا گیا ہے۔ اسے کسبِ مال سے فرصت میسر نہیں آتی۔ جس کی بنیاد پر وہ ملکی و قومی سطح پر کوئی کردار ادا کرنے سے یکسر قاصر ہے۔ میدانِ سیاست پر مغرب کی روحانی اولاد، سرمایہ دار طبقے اور عیاش خوشامدیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ شریف لوگ گوشۂ عافیت میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہر آنے والا، خوش کن نعرہ لے کر قوم کی ہمدردیاں حاصل کر لیتا ہے اور کامیاب ہونے کے بعد اپنی من مانی کرتا ہے۔

سب سے بڑی ضرورت اس کی ہے کہ تنظیم کو پختہ اور مضبوط کیا جائے۔ کیوں کہ جب تک کوئی بلند و بالا اور وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی شاخوں والا درخت جڑوں اور تنے سے مضبوط اور مستحکم نہ ہو تو کوئی بھی تیز آندھی اسے جڑوں سے اکھاڑ یا تنے کو توڑ سکتی ہے۔ لہٰذا اب نہایت محتاط انداز میں ہمارے قدم اٹھنے چاہئیں اور اپنی تنظیم کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہیے۔ اپنی فکر اور سوچ کو، اپنے قائد کی سوچ اور فکر سے ہم آہنگ کرنا چاہیے۔

اقتباسات از خطاب حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ

(طبع شدہ: عزم سیریز نمبر 05۔ مئی 1975ء۔)

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں 0321-4431184

سوال (1): عام طور پر صفر المظفر کے مہینے کو اچھا تصور نہیں کیا جاتا اور اس ماہ میں شادی بیاہ اور ختنہ کرنا مکروہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ سائل: محمد عاصم قریشی، لاہور

جواب: یہ ایک جاہلی تصور ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی یہ تصور موجود تھا۔ آپؐ نے اس تصور کا "لا صفر" (صفر کی بدحالی کی کوئی حقیقت نہیں) کہہ کر ردّ کر دیا۔ لہٰذا اس مہینے میں شادی بیاہ، ختنہ کرنا، دیگر ایام اور مہینوں کی طرح بالکل جائز ہے۔

سوال (2): نمازِ قصر میں سفر کی مشقت' بنیادی علت تصور کی جاتی ہے۔ جب کہ آج جدید سائنس نے سفری سہولتیں بہت پیدا کر دی ہیں۔ کیا اس بنیادی سبب کے مفقود ہونے کی صورت میں نمازِ قصر کے حکم میں کوئی تبدیلی ممکن ہے؟ سائل: محمد نبیل، سرگودھا

جواب: نمازِ قصر یا دیگر عبادات میں جو حدود و قیود شریعت کی طرف سے مقرر کر دی گئی ہیں، ان کے مصالح اور علل کا ہم مکمل احاطہ نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جدید سائنس کے دور میں بھی یہی حدود معتبر ہوں گی۔

سوال (3): عموماً والدین اپنے بچوں کے نام پر عقیقے کا جانور ذبح کرتے ہیں۔ کیا اولاد اپنے والدین کے لیے عقیقے کا جانور ذبح کر سکتے ہیں؟ سائل: محمد فیصل منور، قصور

جواب: عقیقے کا جانور انسانی جان کا ایک صدقہ ہے۔ سنت اور مستحب عمل ہے۔ اگر والدین کا عقیقہ نہیں ہوا تو اولاد بھی ان کی طرف سے عقیقہ کر سکتی ہے۔

سوال (4): بچوں کی عصری تعلیم کے لیے آج گلی محلوں میں انگریزی سکولوں کی بھرمار ہے۔ بچوں کی تعلیم کے لیے کس قسم کے سکول کا انتخاب کیا جائے؟ سائل: عبدالسلام، لاہور

جواب: سکول بھی ایک تربیت گاہ ہے۔ بچوں کے اذہان بدلنے میں یہ ادارے بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے سکولوں کا انتخاب کیا جائے، جن کے اساتذہ قابل ہوں، بااَخلاق ہوں۔ بچوں پر شفقت کرتے ہوں۔ بچوں کی صلاحیت پروان چڑھانے میں مہارت رکھتے ہوں۔ گالم گلوچ، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔ کسی خاص فرقے یا گروہ سے وابستہ نہ ہوں، بلکہ قومی وحدت اور ملّی اقدار پروان چڑھانے والے ہوں۔ ڈسپلن اور نظم و ضبط کے پابند ہوں۔ مغربی ماحول کی مرعوبیت اور اس کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوئی حکمتِ عملی وضع کی گئی ہو۔ نیز سکول میں بے دینی کا ماحول نہ ہو۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انژ (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبر شپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔